مشاورت کے آداب

(قرآن وسنت کی روشنی میں)

شائع کردہ

مرکزی شعبۂ تعلیم وتربیت

تنظیمِ اسلامی

دارالاسلام مرکز تنظیم اسلامی، ملتان روڈ چوہنگ، لاہور 53800

فون: (042)35473375-78

ای میل: markaz@tanzeem.org ویب سائٹ: www.tanzeem.org

فہرست مضامین

مشاورت کا مفہوم	2
مشاورت کی ضرورت واہمیت	2
مشورہ دینے کے آداب	5
مشورہ لینے کے آداب	14
التزامِ مشاورت	14
مشاورت کی کثرت	16
مشاورت کے میدان	17
مشاورت کے فوائد	18
مشاورت کے حلقے	21
مشاورت کن سے کی جائے	24
مشورہ لینے کی صورتیں	26
مشورہ کے بعد کے لیے ہدایات	27
اگر صاحبِ امر مشاورت ترک کردے	32
تنقید کے مقابل صاحبِ امر کا رویہ	33
صاحبِ امر کے لیے ہدایات	35

تمہید

مشاورت کے عمل میں کسی بھی انسان کی دو حیثیتیں ممکن ہیں۔وہ مشورہ دینے والا ہوگا یعنی مُشیر یا مشورہ لینے والا ہوگا یعنی مُستشِیر ۔ اِن دونوں حیثیتوں میں انسان پر الگ الگ ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔مشاورت کا عمل نفع بخش اور خوشگوار اُسی وقت بن سکتا ہے کہ جب مُشیر اور مُستشیر دونوں اپنی اپنی ذمہ داریاں متعلقہ آداب کے ساتھ ادا کریں۔ہماری کوشش یہ ہونی چاہیے کہ جب ہم مشیر ہوں تو اُن آداب کا خیال رکھیں جو مشیر کے لیے ضروری ہیں اور جب مستشیر ہوں تو وہ آداب ملحُوظ رکھیں جو مستشیر کے منصب کے لئے ضروری ہیں۔اس کتابچے میں دونوں حیثیتوں کے آداب الگ الگ پیش کیے جارہے ہیں۔

مُشاوَرت کا مفہوم:

مُشاوَرت کا لفظ ”ش ور“ کے مادے سے بابِ مُفاعلہ میں مصدر ہے جس کا مفہوم ہے مشورہ کرنا یا کسی کی رائے لینا۔

”ش ور“ کے مادے سے ایسے تین الفاظ اور بھی بنتے ہیں جو کسی بھی اجتماعیت میں کثرت سے استعمال ہوتے ہیں۔یہ الفاظ ہیں مشیر (مشورہ دینے والا)، مستشیر (مشورہ لینے والا) اور مستشار (جس سے مشورہ مانگا جائے)۔

مشاورت کی ضرورت و اہمیت:

قرآنِ حکیم میں انسانی ضروریات کا بہت خیال رکھا گیا ہے اور مختلف انسانی ضروریات مثلاً خاندانی معاملات ،خاص طور پر رضاعت تک کے معاملات میں مشورے کی تاکید کی گئی ہے۔مشورہ کرنے کو ایک ایسی انسانی ضرورت قرار دیا گیا ہے کہ غیر مسلموں کی مشاورت کا ذکر بھی اُن کے واقعات کے بیان میں شامل کیا گیا ہے۔ چنانچہ قرآنِ حکیم میں قومِ سبا کی ملکہ بلقیس اور مصر کے بادشاہ فرعون کی اپنے سرداروں

کے ساتھ مشاورت کا ذکر بھی ملتا ہے۔احادیثِ مبارکہ میں قیصرِ رُوم کی مشاورت کا ذکر بھی وارد ہوا ہے۔

اللہ سبحانہٗ تعالیٰ نے سورۂ آلِ عمران آیت ۱۵۹ میں نبی اکرم ﷺ کو تلقین فرمائی:

﴿وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ ۚ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ﴾

”آپ ﷺ اُن سے معاملات میں مشورہ کیجیے۔پھر جو فیصلہ آپ ﷺ کرلیں تو اس پر ڈٹ جایئے اور اللہ پر توکل کیجیے۔“

اِس آیت میں نبی اکرم ﷺ کو مشاورت جاری رکھنے کی تاکید کی گئی۔جاری رہنے کا لفظ اس لیے استعمال کیا گیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے لیے یہ کوئی نیا حکم نہیں تھا بلکہ وہ پہلے ہی مشاورت کا اہتمام فرمایا کرتے تھے جیسے غزوۂ بدر اور غزوۂ احد سے قبل کی مشاورت کی مثالیں موجود ہیں۔

سُورۃُ الشُوریٰ آیت ۳۸ میں مشاورت کرنے کے عمل کو ترغیب کے اُسلوب میں اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں کا وصف قرار دیا گیا:

﴿وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ﴾

”وہ باہمی معاملات مشاورت سے طے کرتے ہیں۔“

اِس سورۂ مبارکہ کی آیت ۱۳ میں اقامتِ دین کے لئے جِدّ وجُہد کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔آیات ۳۶ تا ۴۳ میں اقامتِ دین کی جدوجہد کرنے والوں کے اَوصاف بیان کیے جارہے ہیں۔اِن اَوصاف میں سے ایک نمایاں وصف یہ ہے کہ وہ باہمی معاملات میں مشاورت کا اہتمام کرتے ہیں۔امام ابوبکر جصّاص ؒ احکامُ القرآن میں لکھتے ہیں:

”اِس مقام پر مشورے کا ذکر جس انداز سے کیا گیا ہے اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اُن کی ایک نمایاں صِفت ہے۔ ایمان اور نماز کے ساتھ اِس وصف کے ذکر سے معلوم ہوتا ہے کہ گویا اُنہیں مُشاورت کرنے کا حکم دیا

جارہا ہے۔“

مُشاوَرت کی اہمیت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اِس ارشاد سے بھی واضح ہوتی ہے:

اِذَا كَانَ اُمَرَاؤُكُمْ خِيَارُكُمْ وَاَغْنِيَاؤُكُمْ سُمَحَائُكُمْ وَاُمُوْرُكُمْ شُوْرٰى بَيْنَكُمْ فَظَهْرُ الْاَرْضِ خَيْرٌ لَّكُمْ مِنْ بَطْنِهَا، وَاِذَا كَانَ اُمَرَاؤُكُمْ شِرَارَكُمْ وَاَغْنِيَاؤُكُمْ بُخَلَائُكُمْ وَاُمُوْرُكُمْ اِلٰى نِسَائِكُمْ فَبَطْنُ الْاَرْضِ خَيْرٌ لَّكُمْ مِّنْ ظَهْرِهَا

(سنن الترمذی)

”جب تمہارے حکمران تم میں سے بہترین لوگ ہوں اور تمہارے دولت مند لوگ سخی ہوں اور تمہارے معاملات باہمی مشورے سے طے کیے جاتے ہوں تو زمین کی پیٹھ تمہارے لیے اُس کے پیٹ سے بہتر ہوگی، لیکن جب تمہارے حکمران تم میں سے بدترین لوگ ہوں اور تمہارے دولت مند لوگ بخیل ہوں اور تمہارے معاملات عورتوں کے سپرد ہوں (یعنی اصل فیصلہ اُن کے ہاتھ میں ہو) تو پھر زمین کا پیٹ تمہارے لیے اِس کی پیٹھ سے بہتر ہوگا۔“

مشورہ دینے کے آداب

سیدنا حضرت عبداللہ ابنِ عباسؓ ترجمان القرآن کہلاتے ہیں اور تفسیرِ قرآن میں ایک خاص مقام رکھتے ہیں۔ آپؓ سیدنا حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں اُن کی مجلسِ شوریٰ میں شامل تھے۔ امام غزالیؒ اِحیاء عُلوم الدین میں لکھتے ہیں کہ ایک دن اُن کے والد حضرت عباسؓ بن عبدُ المطّلب نے اُن سے فرمایا کہ میں دیکھتا ہوں کہ امیر المومنینؓ تجھے اپنے قریب رکھتے ہیں اور مشورہ کرتے ہیں۔ میں تمہیں چند نصیحتیں کرتا ہوں اُن کا خیال رکھنا:

لَا تُفْشِيَنَّ لَهٗ سِرًّا، وَلَا تَغْتَابَنَّ عِنْدَهٗ اَحَدًا وَلَا تُجْرِيَنَّ عَلَيْهِ كَذِبًا وَلَا تَعْصِيَنَّ لَهٗ اَمْرًا وَلَا يَطَّلِعَنَّ مِنْكَ عَلٰى خِيَانَةٍ

”کبھی اُن کا راز نہ فاش کرنا، کبھی اُن کے پاس کسی کی غیبت نہ کرنا، کبھی اُن پر جھوٹ نہ بولنا، کبھی اُن کی نافرمانی نہ کرنا اور کبھی وہ تم سے خیانت نہ محسوس کریں۔“

اِن نصیحتوں کی اہمیت ملاحظہ کیجیے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے شاگرد حضرت شعبیؒ کہتے ہیں کہ میں نے ابن عباسؓ سے کہا کہ اِن کلمات میں سے ہر ایک کلمہ ایک ہزار کلمات کے برابر ہے۔ اُنہوں نے جواب دیا کہ نہیں بلکہ اِن میں سے ہر کلمہ دس ہزار کلمات کے برابر ہے۔ دراصل اِن نصیحتوں میں اُن امور سے روکا گیا ہے جو ایک مشیر کے شایانِ شان نہیں ہیں۔ مثبت طور پر اِن نصیحتوں سے مشورہ دینے کے پانچ اوصاف سامنے آتے ہیں:

۱۔رازداری:

اگر مشورہ طلب کرنے والے نے اپنے کسی خاص معاملہ کے لئے مشورہ طلب کیا ہے تو اب مشورہ دینے والے کو چاہیے کہ وہ اُس معاملہ کی رازداری کا پورا خیال رکھے۔

ارشاداتِ نبوی ﷺ ہیں:

اَلْمَجَالِسُ بِالْاَمَانَةِ (سُنن ابی داؤد)

"مجالس میں زیرِ بحث آنے والی باتیں امانت ہوتی ہیں۔"

اِذَا حَدَّثَ الرَّجُلُ الْحَدِيْثَ ثُمَّ الْتَفَتَ فَهِيَ اَمَانَةٌ

(سُنن تِرمذی، سُنن ابی داؤد)

"جب کوئی شخص ایک بات بیان کرے اور وہ صرف مخاطب کی طرف متوجہ ہو تو اُس کی بات امانت ہے۔"

۲۔غیبت سے اجتناب:

صاحبِ امر کی قربت حاصل کرنے کے لیے دوسروں کی غلطیوں کو سامنے لانا اور اُن کی کمزوریوں کو نمایاں کرنا بڑی غیر اخلاقی حرکت ہے۔ اِس سے باہم نفرتیں پیدا ہوتی ہیں اور اجتماعیّت کا نظم تباہ ہوجاتا ہے۔

۳۔جُھوٹ سے اجتناب:

جھوٹ سے اجتناب کی ممانعت دوطرح سے نقل کی گئی ہے۔

وَلَا تُجَرِّبَنَّ عَلَيْهِ كَذِبًا۔

(اُن پر جھوٹ نہ بولنا یعنی اُن کے بارے میں جھوٹ نہ بولنا)۔

دوسری روایت میں ہے:

وَلَا يُجَرِّبَنَّ عَلَيْكَ كَذِبًا۔

(وہ تم پر جھوٹ کا تجربہ نہ کرنے پائیں یعنی تمہاری شخصیت میں جھوٹ نہیں ہونا چاہیے)۔

جھوٹا شخص غیر عادل اور نااہل ہوتا ہے۔ اپنی شخصیت کی خامیوں کو چھپانے کے لیے جھوٹ بولتا ہے۔ بعض اوقات مصلحت کی وجہ سے حق بات کا مشورہ نہیں دیتا اور غلط بیانی کرتا ہے۔ (حالانکہ جو بیعت ہم نے کی ہوئی ہے اس میں یہ بات ہے کہ،

لَا اَخَافُ فِي اللهِ لَوْمَةَ لَائِمٍ

"اللہ کے دین کے معاملے میں کسی کی ملامت کی پرواہ نہیں کروں گا"۔

۴۔نافرمانی سے اجتناب:

مشیر صائبُ الرّائے ہوتا ہے۔ ممکن ہے کہ صاحبِ امر کا فیصلہ اُس کی رائے کے برعکس ہو۔ ایسی صورت میں فیصلہ کو قبول کرنا اور اُس پر عمل کرنا نفس پر بہت بھاری ہوتا ہے۔ اِس لیے انتہائی ضروری ہے کہ صاحب امر جو بھی فیصلہ کرے ہر صورت میں نظم کو مضبوط رکھنے کے لئے اُس فیصلہ کو قبول کرکے کامیاب بنانے کی کوشش کی جائے اور صاحبِ امر کی نافرمانی سے اجتناب کیا جائے۔ (اس حوالے سے یاد رکھا جائے اپنی اصلاح کے لئے)، عبداللہ بن اُبی کا قول:۔

﴿هَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَيْءٍ﴾ (آل عمران:154)

"کیا فیصلہ کرنے میں ہمارا کچھ بھی اختیار نہیں ہے؟"

۵۔خیانت سے اجتناب:

خیانت سے مراد یہ ہے کہ مشورے میں خلوص، سنجیدگی اور دیانت داری سے کام نہ لینا۔ اِسی طرح درست رائے یا حق بات نہ کہنا بھی خیانت ہے۔ دوسری روایت میں یہی نصیحت اِن الفاظ میں بیان ہوئی کہ وَلَا تُطْوِ عَنْهُ نَصِيحَةً (کبھی اُن کی خیرخواہی چاہنے میں سستی نہ کرنا)۔ حقیقت یہ ہے کہ مشورہ ہے ہی امانت۔ مشورہ دینے کا حق ادا نہ کرنا دراصل امانت میں خیانت کرنا ہے۔ فرمانِ نبوی ﷺ ہے:

اَلْمُسْتَشَارُ مُؤْتَمَنٌ (سُنن ترمذی، سُنن ابی داؤد، ابنِ ماجہ)

"جس سے مشورہ مانگا جائے وہ امانت دار ہوتا ہے۔"

امانت دار ہونے کا مفہوم یہ ہے کہ جب اُس سے مشورہ مانگا جائے تو وہ مشورہ ضرور دے کیونکہ مشورہ دینے کی صلاحیت اُس کے پاس امانت ہے۔ دوسری بات یہ کہ بھائی کی خیرخواہی کا تقاضا ہے کہ وہ اُسے حتی الامکان اپنی سمجھ کے مطابق درست مشورہ دے۔ دین خیرخواہی کا نام ہے۔ خیرخواہی ایسی ذمہ داری ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے بعض صحابہؓ سے اِس پر بیعت بھی لی۔ آپ ﷺ کے فرامین ہیں:

إِذَا اسْتَنْصَحَ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ فَلْيَنْصَحْهُ (مُسند احمد)

"جب کوئی اپنے بھائی سے خیرخواہی طلب کرے تو اُسے چاہیے کہ اُس کی خیرخواہی کرے۔"

إِذَا اسْتَشَارَ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ فَلْيُشِرْ عَلَيْهِ (سُنن ابن ماجہ)

"جب کوئی اپنے بھائی سے مشورہ مانگے تو اُسے چاہیے کہ اُسے مشورہ دے"

مَنْ أَشَارَ عَلَى أَخِيهِ بِأَمْرٍ يَعْلَمُ أَنَّ الرُّشْدَ فِي غَيْرِهِ فَقَدْ خَانَهُ

(سنن ابی داؤد)

"جو اپنے بھائی کو مشورہ دے اور اُسے معلوم ہو کہ بہتر رائے اور کامیابی کسی دوسرے راستے میں ہے تو اُس نے اپنے بھائی کے ساتھ خیانت کی۔"

آخری حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جس کے پاس اپنے علم، حکمت اور تجربہ کی بنیاد پر کوئی زیادہ بہتر رائے ہو اور وہ مستشیر تک نہ پہنچائے تو یہ گویا اُس نے خیانت کی۔

حضرت عباسؓ کی مذکورہ بالا نصیحت میں سامنے آنے والے اوصاف کے علاوہ مشورہ دینے والے کے چند اور اوصاف بھی ذیل میں درج کیے جاتے ہیں:

i- **ظلم و گناہ کے کام میں مشورہ نہ دینا:**

اگر کبھی کسی گناہ یا ظلم و زیادتی کے کام میں مشورہ مانگا جائے تو چاہیے کہ اُس کام کو ترک کر دینے کا مشورہ دیا جائے اور اِس کے علاوہ کوئی اور مشورہ نہ دیا جائے۔ اُس کام سے روکنا ہی مشورہ مانگنے والے کی خیرخواہی اور حقیقی نصرت ہے۔ اِسی طرح کبھی ایسا مشورہ نہ

دینا چاہیے جو ظلم یا گناہ کے کام کی طرف لے جانے والا ہو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ﴾ (المائدہ: ۲)

"اور باہم تعاون کرو نیکی اور تقویٰ کے کام میں اور باہم تعاون نہ کرو گناہ اور زیادتی کے کام میں اور اللہ کی نافرمانی سے بچو، بے شک اللہ سزا دینے میں سخت ہے۔"

برائی کی دعوت یا مشورہ دینے پر اتنا ہی گناہ ملے گا جتنا برائی کرنے والے کو ملے گا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿مَنْ يَشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَكُنْ لَهُ نَصِيبٌ مِنْهَا وَمَنْ يَشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَكُنْ لَهُ كِفْلٌ مِنْهَا﴾ (النساء: 85)

"جو شخص سفارش کرے گا کسی اچھی بات کی تو اُس کو اِس (کے ثواب) میں سے حصہ ملے گا اور جو سفارش کرے گا کسی بُری بات کی اُس کو اِس (کے عذاب) میں سے حصہ ملے گا۔"

حدیثِ نبوی ﷺ ہے:

مَنْ سَنَّ سُنَّةً حَسَنَةً فَعُمِلَ بِهَا كَانَ لَهُ أَجْرُهَا، وَمِثْلُ أَجْرِ مَنْ عَمِلَ بِهَا لَا يَنْقُصُ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْئًا وَمَنْ سَنَّ سُنَّةً سَيِّئَةً فَعُمِلَ بِهَا كَانَ عَلَيْهِ وِزْرُهَا وَوِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا لَا يَنْقُصُ مِنْ أَوْزَارِهِمْ شَيْئًا (سننِ ابن ماجہ)

"جس نے کسی بھلائی کو جاری کیا پھر اُس پر عمل کیا تو اُس کے لئے اجر ہے اور اُس کا اجر بھی ہے جس نے اِس بھلائی پر عمل کیا بغیر عمل کرنے والے کے اجر میں کمی کیے ہوئے اور جس نے کسی برائی کو جاری کیا پھر اُس پر عمل کیا تو اُس کے لئے وبال ہے اور اُس کا وبال بھی ہے جس نے اِس برائی پر عمل

کیا بغیر عمل کرنے والے کے وبال میں کمی کیے ہوئے۔"

ii-بغیر علم کے مشورہ نہ دینا:

یہ بھی ذہن میں رہنا چاہیے کہ انسان اگر کسی معاملے کی سمجھ نہیں رکھتا تو اسے چاہیے کہ مشورہ طلب کرنے والے کو بتادے کہ میں اِس بات کا صحیح علم نہیں رکھتا۔ البتہ اگر اِس کے باوجود مستشیر رائے لینے پر اصرار کرے تو پھر چاہیے کہ اپنی طرف سے ممکنہ حد تک غور وفکر کر کے رائے پیش کردے۔

iii-خود کو دوسرے کی جگہ رکھ کر سوچنا :

خود کو دوسرے کی جگہ رکھ کر سوچنے کا اصول عام معاملات میں بھی بہت اہم ہے لیکن مشورہ دینے کے معاملے میں اِس چیز کا خاص اہتمام کرنا چاہیے۔ ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

اِذَا اسْتُشِيْرَ فَلْيُشِرْ بِمَا هُوَ صَانِعٌ لِنَفْسِهٖ

(مُعجم الاَوسط، یحب لنفسه، صحیح بخاری)

"جب کسی سے مشورہ طلب کیا جائے تو وہ اس طرح رائے دے جیسے وہ یہ رائے اپنے لئے دے رہا ہو"۔

iv-رائے دینے سے پہلے غور وفکر:

رائے دینے میں جلد بازی سے کام نہیں لینا چاہیے بلکہ پہلے معاملے کو اچھی طرح سمجھ کر اُس پر غور وفکر لینا چاہیے۔ عامر بن الظرب جو حکیمِ عرب کے نام سے جانے جاتے ہیں کہتے ہیں:

اِيَّاكُمْ وَالرَّاْيَ الْفَطِيْرَ، خَمِيْرُ الرَّاْيِ خَيْرٌ مِّنْ فَطِيْرِهٖ

(العقد الفرید)

"فطیری یعنی تازہ تازہ رائے سے اجتناب کرو، خمیری یعنی پختہ رائے فطیری رائے سے بہتر ہے۔"

علامہ اقبال بھی اِسی بات کو ایک شعر میں اس طرح بیان کرتے ہیں ؎

نالہ[۱] ہے بلبل شوریدہ[۲] تیرا خام[۳] ابھی
اپنے سینے میں اِسے اور ذرا تھام ابھی

v-اپنی رائے پر ناز نہ کرنا:

انسان کی ایک نفسیاتی بیماری اعجابِ نفس بھی ہے۔ یعنی خود کو کچھ سمجھنا اور اپنی رائے پر ناز کرنا ہے۔ ایک ارشادِ نبوی ﷺ میں اس کمزوی کو انتہائی ہلاکت خیز قرار دیا گیا ہے:

اَلْمُهْلِكَاتُ هَوًى مُتَّبَعٌ وَشُحٌّ مُطَاعٌ وَاِعْجَابُ الْمَرْءِ بِنَفْسِهٖ وَهِيَ اَشَدُّهُنَّ (شعب الایمان لبیهقی)

"ہلاک کرنے والی برائیوں میں وہ خواہشِ نفس ہے جس کی پیروی کی جائے، وہ نفس کی کمزوری ہے جس کے سامنے سر جھکا دیا جائے اور کسی انسان کا خود کو کچھ سمجھنا ہے اور یہ آخری برائی سب سے زیادہ شدید ہے"۔

انسان مشورہ کے طور پر رائے ضرور دے لیکن ہمیشہ یہ امکان رکھے کہ میری رائے میں بشری کمزوری کے تحت کوئی نقص ضرور ہوسکتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے اپنے ایک ارشاد میں فتنے کے ایک دور کا ذکر کیا ہے۔ اِس دور میں صبر کرنے کے عمل کو آگ کا انگارہ ہاتھ میں پکڑنے کے مترادف قرار دیا ہے اور دین پر عمل کرنے والے کے اجر کو پچاس بندوں کے اجر کے برابر قرار دیا ہے۔ فتنے کے اُس دور کی ایک نشانی یہ بھی بیان فرمائی ہے کہ:

وَاِعْجَابَ كُلِّ ذِيْ رَاْيٍ بِرَاْيِهٖ (سُنن ابی داؤد)

"ہر رائے رکھنے والا اپنی رائے کی خود پسندی میں مبتلا ہو گا"۔

vi-ازخود مشورہ دینا:

مشورہ بن مانگے بھی دیا جاسکتا ہے۔ غزوہ ٔبدر کے موقع پر جب آپ ﷺ نے بدر کے قریب ترین چشمے پر پڑاؤ ڈالا تو خباب بن منذر الجموع ؓ نے آپ ﷺ سے اجازت لے کر ازخود مورچہ بندی کے لئے جگہ کی تبدیلی کا مشورہ دیا (الرحیق المختوم)۔

---

(۱) آہ وزاری۔فریاد (۲) پریشان (۳) ناپختہ

حضرت خبابؓ کے مشورے دینے کے انداز سے از خود مشورہ دینے کا ایک ادب معلوم ہوتا ہے کہ انسان صاحبِ امر سے اجازت لے کر ایسا کر سکتا ہے۔ سفرِ تبوک میں صحابہؓ نے اونٹ نحر کرنے کی اجازت چاہی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اُنہیں اجازت دے دی۔ اِس پر سیدنا عمرؓ حاضر ہوئے اور کہا کہ اگر اِس طرح لوگ اونٹ نحر کرتے رہے تو سواریاں کم ہو جائیں گی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم راشن جمع کر کے برکت کی دعا فرمائیں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور وہ کھانا سب کے لیے کافی ہو گیا۔

(دلائل النُبوة لأبی نعیم الأصبهانی، السیرة النبویة للصَّلاَّبی)

vii- کسی کی رائے کا مذاق نہ اڑانا:

مشاورت کے دوران بعض اوقات غلط فیصلے سے بچنے کے لیے کسی کی رائے پر تنقید بھی کی جا سکتی ہے۔ اِس میں یہ احتیاط لازم ہے کہ یہ تنقید شخصی تنقید کا روپ نہ دھار لے۔ اِس سے مراد یہ ہے کہ کسی کی بھی شخصی خامی یا گناہ کا ذکر نہ کرنا چاہیے۔ پھر نہ ہی کسی کی لاعلمی یا ناسمجھی کو نمایاں کیا جائے بلکہ پردہ پوشی سے کام لینا چاہیے۔ منہ در منہ ایسا کرنا طعنہ زنی اور شرم دلانے کے زُمرے[۱] میں آتا ہے۔ ارشاداتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں:

لَيْسَ الْمُؤْمِنُ بِالطَّعَّانِ (ترمذی)

"مومن طعنہ دینے والا نہیں ہوتا۔"

مَنْ عَيَّرَ أَخَاهُ بِذَنْبٍ لَمْ يَمُتْ حَتّٰى يَعْمَلَهُ (ترمذی)

"جس نے اپنے بھائی کو کسی گناہ پر شرمندہ کیا وہ نہیں مرے گا جب تک خود وہ گناہ نہ کر لے۔"

احادیثِ مبارکہ میں پردہ پوشی کی بہت ترغیب دی گئی ہے اور اِس کا بہت اجر بیان کیا گیا ہے۔

(۱) گروہ، ذیل

viii- مجلس کے آداب ملحوظ رکھنا:

مشاورت کا عمل جب کسی مجلس میں ہو رہا ہو تو مشورہ اپنی باری پر دیا جائے یا صدرِ مجلس سے اجازت لے کر دیا جائے۔ گفتگو ممکن حد تک مختصر اور متعلقہ (To the point) کی جائے تا کہ وقت ضائع نہ ہو اور دیگر شرکاءِ مجلس کے لیے بھی گفتگو کا مناسب وقت دستیاب رہے۔

ix- ذاتی مفاد کے بجائے اجتماعی مفاد کو پیشِ نظر رکھا جائے:

مشاورت کے عمل میں مشورہ دینے والے کو چاہیے کہ ہمیشہ اجتماعی مفاد پیشِ نظر رکھے۔

مشورہ لینے کے آداب

التزامِ مشاورت:

التزامِ مشاورت یعنی مشورہ کرنے کی اہمیت مندرجہ ذیل نکات سے واضح ہوتی ہے:

i- ارشاداتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں:

وَمَا يَسْتَغْنِي رَجُلٌ عَنْ مَّشُوْرَةٍ (مُرسَل، السنَنُ الکبریٰ للبیہقی)

"مشورے سے کوئی شخص مستغنی نہیں ہے۔"

مَا شَقِيَ قَطُّ عَبْدٌ بِمَشُوْرَةٍ وَمَا سَعِدَ بِاسْتِغْنَاءِ رَأْيٍ

(تفسیر قرطبی، مسند الشہاب)

"کوئی آدمی بھی مشاورت کر کے بدنصیب نہیں رہتا اور دوسروں کی رائے سے مستغنی ہوکر کوئی بھی خوش نصیب نہیں رہ سکتا۔"

ii- حضرت عمرؓ فرماتے ہیں:

لَا خَيْرَ فِي أَمْرٍ أُبْرِمَ مِنْ غَيْرِ مَشُوْرَةٍ

(المُنتظِمُ فی تاریخ الاُمم لابنِ الجَوزی)

"اُس فیصلے یا کام میں کوئی خیر نہیں جو بغیر مشورے کے طے کرلیا جائے"

iii- حضرت علیؓ فرماتے ہیں:

أَمْرَانِ جَلِيْلَانِ لَا يَصْلُحُ أَحَدُهُمَا إِلَّا بِالتَّفَرُّدِ وَلَا يَصْلُحُ الْآخَرُ إِلَّا بِالْمُشَارَكَةِ وَهُمَا الْمُلْكُ وَالرَّأْيُ فَكَمَا لَا يَسْتَقِيْمُ الْمُلْكُ بِالشِّرْكَةِ لَا يَسْتَقِيْمُ الرَّأْيُ بِالتَّفَرُّدِ

(سِراجُ المُلُوک لطرطُوشی)

"دو اہم کام ایسے ہیں کہ ان میں سے ایک شراکت کے ساتھ نہیں ہوسکتا

اور دوسرا اکیلے نہیں کیا جا سکتا۔ یہ حکومت اور رائے ہیں، حکومت کبھی کسی کی شرکت کے ساتھ صالح نہیں ہوسکتی اور رائے کبھی اکیلے ٹھیک نہیں ہوسکتی۔"

iv- حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ جب سورۂ آلِ عمران کی آیت ۱۵۹ نازل ہوئی جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو مشورہ لینے کی تلقین فرمائی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ غَنِيَّانِ عَنْهَا وَلٰكِنْ جَعَلَهَا رَحْمَةً لِّأُمَّتِيْ فَمَنْ شَاوَرَ مِنْهُمْ لَمْ يَعْدِمْ رُشْدًا وَمَنْ تَرَكَ الْمَشُوْرَةَ لَمْ يَعْدِمْ غَبَنًا (آداب الصحبۃ لابی عبدالرحمٰن السلمی)

"اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو مشورے کی حاجت نہیں، لیکن اللہ نے اسے میری اُمت کے لیے رحمت بنایا ہے، پس اُن میں سے جو شخص مشورہ کرے گا وہ (بہتر کام کی) ہدایت سے محروم نہ رہے گا اور جو شخص مشورہ لینا چھوڑ دے گا وہ مشقت سے بچ نہ سکے گا۔"

v- امام ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں صاحب امر مشورے سے غنی نہیں ہوسکتا جب اللہ تعالی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو مشاورت کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

﴿وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ﴾

اِن سے مشورہ کیجیے معاملات میں،

تو کسی دوسرے کو تو بدرجہ اولیٰ مشاورت کا اہتمام کرنا چاہیے۔ (اسلامی نظام خلافت اور ہماری ذمہ داریاں، مولانا زاہد اقبال)

vi- بسا اوقات صاحب امر اپنے کچھ ساتھیوں کو ناپسند کرتا ہے اور ان سے مشورہ نہیں لینا چاہتا۔ مگر صاحبِ امر کو اپنے اوپر جبر کر کے اپنے ان ساتھیوں کو بھی مشورہ میں شریک کرنا چاہیے۔

vii- مشورہ شخصیت کی پختگی کی علامت ہے۔ معروف تابعی شعبیؒ فرماتے ہیں کہ "ایک مکمل شخص وہ ہے جو معاملات کی سمجھ بھی رکھتا ہے اور دوسروں سے مشاورت بھی کرتا ہے۔ ادھوری شخصیت اُس بندے کی ہے جو معاملات کی سمجھ تو رکھتا ہے لیکن مشاورت نہیں کرتا۔ پھر وہ شخص تو کچھ بھی نہیں جو نہ تو معاملات کی سمجھ رکھتا ہے اور نہ ہی مشاورت کرتا ہے" (السُننُ الکبری لِلبیھقی)

مشاورت کی کثرت:

صاحبِ امر کو مشاورت کا بکثرت اہتمام کرنا چاہیے کیونکہ نبی اکرم ﷺ باوجود نبی اور معصوم ہونے کے بکثرت مشورے کا اہتمام فرمایا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں:

مَا رَاَیْتُ اَحَدًا قَطُّ کَانَ اَکْثَرَ مَشُوْرَۃً لِاَصْحَابِہٖ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ (مسند احمد، سنن الترمذی)

"میں نے کبھی بھی کوئی آدمی اپنے ساتھیوں کے ساتھ نبی اکرم ﷺ سے زیادہ مشورہ کرتا ہوا نہیں دیکھا۔"

اِسی بات کو حضرت عائشہؓ نے اِن الفاظ میں بیان فرمایا:

مَا رَاَیْتُ رَجُلًا اَکْثَرَ اِسْتِشَارَۃً لِلرِّجَالِ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ

(رواہ فی شرح السنۃ)

"میں نے ایسا شخص نہیں دیکھا جو رسول اللہ ﷺ سے زیادہ لوگوں سے مشورہ کرنے والا ہو۔"

مشاورت کے میدان

مشاورت کے حوالے سے یہ بات بھی اہم ہے کہ مشورہ کن کاموں میں کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے مشاورت کرنے کا حکم اِن الفاظ میں دیا وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ... آپ ﷺ اُن سے معاملات میں مشورہ کیجیے۔ علامہ ابن عاشورؒ لکھتے ہیں (فِي الْأَمْرِ) سے مراد وہ اہم امور ہیں جن کے لیے عام طور پر مشورے کی ضرورت پڑتی ہے کیونکہ امر کسی بڑے کام کو کہا جاتا ہے(التحریر والتنویر)۔

مفتی محمد شفیعؒ لکھتے ہیں کہ امر سے مراد ہر قابلِ غور معاملے میں مشاورت کرنا ہے جس کی کوئی اہمیت ہو(معارف القران)۔

سیرت سے اِس کی مثال یوں دی جاسکتی ہے کہ نماز کے لیے اذان کے طریقے پر نبی اکرم ﷺ نے مشاورت فرمائی لیکن جب اذان کا طریقہ مقرر ہو چکا تو پھر مُؤذِّن کے بارے میں نبی اکرم ﷺ نے مشاورت نہیں فرمائی بلکہ براہ راست حضرت بلالؓ کو اذان دینے کا حکم فرمایا۔(صحیح البخاری)

مشورے کے میدان بہت سے ہیں۔ چند ایسے میدان جو ہم سے متعلق ہیں درج ذیل ہیں:

i- ذاتی معاملات:

حضور اکرم ﷺ نے واقعۂ اِفک کے ضمن میں حضرت اسامہ بن زیدؓ اور حضرت علیؓ سے مشورہ کیا۔ حضرت علیؓ کے مشورے پر حضرت بریرہؓ (کنیز حضرت عائشہؓ) سے مشورہ کیا (صحیح بخاری)۔ صحابہؓ اور صحابیاتؓ بھی نبی اکرم ﷺ سے اپنے ذاتی معاملات میں مشورہ کیا کرتے تھے۔ ایک صحابیہ فاطمہ بنت قیسؓ نے پیغامِ نکاح قبول کرنے کے لیے نبی اکرم ﷺ سے مشورہ کیا۔(صحیح مسلم)

ii- تنظیمی معاملات:

تمام تنظیمی معاملات (خواہ وہ انتظامی ہوں یا مالی، قانونی ہوں یا تربیتی) میں حتمی فیصلہ کرنے کے لیے مشاورت بہت ضروری ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبلؓ کو یمن کا گورنر بنا کر بھیجنا چاہا تو صحابہ کرامؓ سے مشاورت فرمائی (معجم الکبیر)۔ مختلف جنگی مہمات اور سیاسی معاملات میں کی گئی مشاورت بھی اِس کی مثالیں ہیں جیسے جنگ بدر سے قبل، بدر کے جنگی قیدیوں کے بارے میں، جنگ احد سے قبل، جنگ خندق سے قبل کی گئی مشاورت۔

iii- قضاء کے معاملات:

قاضی کو بھی فیصلہ کرتے وقت مشاورت کی تلقین کی گئی ہے۔ اِس ضمن میں صحابہ کرامؓ کا عمل اور اقوال موجود ہیں۔ ہمیں کسی مقدمہ کا فیصلہ تو نہیں کرنا البتہ بعض اوقات ایک امیر کو اپنے رفقا کے درمیان کسی تنازعہ کا فیصلہ کرنا پڑ جاتا ہے۔ اِس ضمن میں بھی مشورے کا اہتمام کرنا چاہیے۔

مشاورت کے فوائد:

حضرت علیؓ نے اپنے ایک ارشاد میں مشورے کے بارے میں درج ذیل سات فوائد بیان فرمائے ہیں:

فِي الْمَشُوْرَةِ سَبْعُ خِصَالٍ اِسْتِنْبَاطُ الصَّوَابِ، وَاكْتِسَابُ الرَّأْيِ، وَالتَّحَصُّنُ مِنَ السَّقْطَةِ، وَالتَّحَرُّزُ مِنَ الْمَلَامَةِ وَالنَّجَاةُ مِنَ النَّدَامَةِ، وَاُلْفَةُ الْقُلُوْبِ، وَاتِّبَاعُ الأَثَرِ

(العقد الفرید للملک السعید لمحمد بن طلحہ الوزیر القرشی)

"مشاورت میں سات فائدے ہیں، درست رائے تک پہنچنا، لوگوں کی رائے حاصل کرنا، غلطیوں سے محفوظ رہنا، ندامت و ملامت سے تحفظ

حاصل کرنا، قلبی الفت و محبت کا حصول اور سنت کی پیروی کی سعادت۔"

i- درست رائے تک پہنچنا:

کسی معاملہ میں درست رائے تک پہنچنے کے لیے مشاورت ضروری ہے۔

ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے:

مَنْ اَرَادَ اَمْرًا فَشَاوَرَ فِيْهِ، وَقَضٰى لِلّٰهِ، هُدِيَ لِاَرْشَدِ الْاُمُوْرِ

(شعب الایمان)

"جس نے کسی کام کا ارادہ کیا، پھر اُس کے لیے مشورہ کیا اور اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لئے فیصلہ کیا تو اُسے درست معاملہ کی طرف رہنمائی دے دی گئی۔"

جلیل القدر تبع تابعی ابوبکر بن عیاشؒ کسی حکیم کا ایک قول نقل کرتے ہیں:

وَمَنْ اُعْطِيَ الْاِسْتِخَارَةَ لَمْ يُمْنَعِ الْخِيَرَةَ، وَمَنْ اُعْطِيَ الْمَشُوْرَةَ لَمْ يُمْنَعِ الصَّوَابَ (عیون الاخبار لابن قتیبۃ الدینوری)

"جسے استخارے کی توفیق دی گئی اسے خیر سے کوئی نہیں روک سکتا اور جسے مشورے کی توفیق دی گئی اسے درست رائے تک پہنچنے سے کوئی نہیں روک سکتا۔"

امام حسن بصریؒ اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھاتے ہوئے فرماتے ہیں جب بھی کچھ لوگ باہم مشورہ کرتے ہیں تو اللہ کی طرف سے اُنہیں اِس کام کے بارے میں بہترین رہنمائی دی جاتی ہے۔ پھر اُنہوں نے یہ آیت تلاوت کی

﴿اَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ﴾ (الشوری 38)

"وہ باہمی معاملات مشاورت سے طے کرتے ہیں۔"

(مصنف ابن ابی شیبۃ الادب المفرد)

ii- لوگوں کی رائے حاصل کرنا:

مشاورت کے ذریعہ مختلف زاویوں سے معاملات پر غور کرنے والوں کی آراء حاصل ہوجاتی ہیں جس سے درست فیصلہ تک پہنچنے کے لئے اور فیصلہ کے ممکنہ نتائج کا اندازہ لگانے کے لئے رہنمائی ملتی ہے۔

iii- غلطیوں سے محفوظ رہنا:

اکیلے شخص کے فیصلے میں بہرحال غلطی کا امکان ہے۔اس سے بچنے کے لیے مشورہ ضروری ہے۔

iv-v- ندامت وملامت سے تحفظ:

حدیثِ مبارکہ ہے:

مَا خَابَ مَنِ اسْتَخَارَ، وَلَا نَدِمَ مَنِ اسْتَشَارَ (المعجم الصغیر)

اور جو استخارے کا اہتمام کرتا رہے گا وہ نامراد نہ ہوگا اور جو مشاورت کا اہتمام کرے گا وہ شرمندہ نہ ہوگا۔

vi- حصولِ الفت ومحبت:

جس سے مشورہ کیا جائے وہ محسوس کرتا ہے کہ مجھ پر اعتماد کیا جا رہا ہے اور وہ مستشیر سے الفت محسوس کرتا ہے۔سورۂ آل عمران میں نبی اکرم ﷺ کو جو مشاورت کا حکم دیا گیا تھا اس کے بارے میں قتادہؒ فرماتے ہیں کہ مشورے کا یہ حکم ساتھیوں کی دلجوئی کے لیے دیا گیا تھا۔ (تفسیر البغوی)

vii- سنت کی پیروی:

مشورہ کرتے ہوئے اگر سنت رسول ﷺ کی پیروی کی نیت بھی کر لیں تو ہمیں اِس کا بہترین اجر ملے گا۔حسن بصریؒ اور سفیان بن عیینہؒ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کو مشاورت کا حکم اِس لیے دیا گیا تا کہ لوگ آپ ﷺ کی پیروی کریں اور یہ ایک سنت بن جائے۔" (تفسیر مفاتیح الغیب لامام رازی)

مشاورت کے حلقے

اسلام میں مشاورت کو تو ضروری قرار دیا گیا ہے لیکن اس کے لیے کوئی خاص ہیئتِ شُوریٰ(۱) لازم نہیں کی گئی بلکہ صرف اصولی رہنمائی فراہم کی گئی ہے۔ایسا اس لیے ہے کہ حسبِ حالات کوئی بھی نظام بنایا جا سکتا ہے۔

(شیخ ابوزہرہ مصری، زہرۃ التفاسیر)

سنت سے مشاورت کے تین قسم کے حلقے ثابت ہیں:

i- قریبی ساتھیوں کے ساتھ مشورہ:

ہر صاحبِ امر کے کچھ قریبی ساتھی ہوتے ہیں اور وہ پیش آمدہ امور میں اُن سے مشورہ کرتا ہے۔نبی اکرم ﷺ کے نزدیک ترین ساتھی حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ تھے۔آپ ﷺ کا فرمان ہے میرے دو وزیر آسمان پر ہیں جبرائیلؑ اور میکائیلؑ اور دو وزیر زمین پر ہیں ابوبکرؓ اور عمرؓ (سنن ترمذی)۔نبی اکرم ﷺ اِن دو حضرات کے ساتھ بکثرت مشورہ فرماتے تھے۔سیدنا عمرؓ کہتے ہیں کہ:

كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يَسْمُرُ مَعَ اَبِيْ بَكْرٍ فِي الْاَمْرِ مِنْ اَمْرِ الْمُسْلِمِيْنَ وَاَنَا مَعَهُمَا (سنن ترمذی)

"بعض دفعہ نبی اکرم ﷺ ابوبکرؓ کے ساتھ رات گئے تک مسلمانوں کے بعض معاملات کے سلسلے میں مشاوت کرتے اور میں اُن دونوں کے ساتھ ہوتا تھا۔"

---

(۱) مشورے کی صورت

اِس کے علاوہ آپ ﷺ حضرت علیؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت اسید بن حضیرؓ، حضرت سعد بن مَعاذؓ، حضرت سعد بن عُبادہؓ اور دوسرے اکابر صحابہؓ سے بھی مشاورت فرمایا کرتے تھے۔

اِسی طرح سیدنا ابوبکرؓ نے جب حضرت خالد بن ولیدؓ کو مسیلمہ کذاب کے خلاف جہاد کے لیے بھیجا تو اُنہیں یہ نصیحت کی تھی:

وَاسۡتَشِرۡ مَنۡ مَّعَكَ مِنۡ اَكَابِرِ اَصۡحَابِ رَسُولِ اللهِ ﷺ

(کتاب الردۃ للواقدی)

"تیرے ساتھ جو اکابر صحابہ کرامؓ موجود ہیں اُن سے مشورہ کرتے رہنا"

ii- شوریٰ یا مجلسِ مشاورت:

شُوریٰ کا لفظ مشورے کے عمل کے لیے بھی آتا ہے اور اور اُس اجتماعیت کے لیے بھی جس سے مشاورت کی جائے۔ شُوریٰ کچھ فہم و فراست رکھنے والے معتمد علیہ لوگوں پر مشتمل ہوتی ہے جنہیں مستقل مشورے کے لیے خاص کر لیا جاتا ہے۔ خلافتِ راشدہ میں ہمیں اِس کی عام مثالیں ملتی ہیں۔

iii- عام مشورہ:

نبی اکرم ﷺ نے بعض دفعہ اجتماعی طور پر عام مُشاوَرت کا اہتمام فرمایا ہے۔ اِس کی نمایاں مثالیں درج ذیل ہیں:

- غزوہ بدر میں کفار کے ساتھ ٹکر لینے، لشکر کے پڑاؤ اور جنگی قیدیوں کے بارے میں مشورہ کیا گیا۔
- غزوہ احد میں اس بات پر حضور ﷺ نے مشورہ کیا کہ مدینہ میں رہ کر دفاع کیا جائے یا مدینہ سے باہر نکل کر جنگ کی جائے۔
- غزوہ خندق میں جنگی حکمت عملی کے بارے میں مشاورت فرمائی۔
- صلح حدیبیہ کے موقع پر قریش کی مدد کے لیے اکٹھے ہونے والے قبائل پر حملہ

کرنے یا مکہ کی طرف پیش قدمی کرنے پر مشاورت کی گئی۔

- غزوہ تبوک کے دوران تبوک پہنچ کر آپ ﷺ نے رُوم کی سرحدوں میں داخلے یا واپسی پر مشاورت فرمائی۔
- نیز رئیس المنافقین عبداللہ ابن اُبی ابن سلول کے بارے میں عام مشورہ کیا۔

(صحیح بخاری و مسلم)

اگرچہ خلافت راشدہ میں باقاعدہ شوریٰ موجود تھی لیکن اِس کے باوجود کئی مواقع پر عام مشاورت کا ذکر بھی ملتا ہے۔ اب بھی اگر ضرورت داعی ہو تو ایسی مشاورت کا اہتمام کیا جا سکتا ہے۔ تنظیم اسلامی میں توسیعی مشاورت اِس سے کسی قدر مشابہ ہے۔

مشاورت کن سے کی جائے

i- ماہرین سے مشورہ:

مشورہ اگر کسی خاص کام کے بارے میں ہے تو اُس کام کے ماہر یا واقف سے مشورہ کرنا چاہیے۔ سیدنا عمرؓ کا فرمان ہے:

اِنَّ کُلَّ صَانِعٍ هُوَ اَعْلَمُ بِصِنَاعَتِهٖ (السُنَنُ الکبری للبیہقی)

"بے شک ہر کام کا ماہر ہی اُس کام کے بارے میں بہتر جانتا ہے۔"

آپؓ نے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو لکھ بھیجا تھا کہ عَمْرِو بْنِ مَعْدِيْ كَرِبٍ طُلَيْحَةُ بْنِ خُوَيْلِدٍ الْاَسَدِيِّ (ماہر جنگ) سے امور جنگ میں مشاورت ضرور کرنا۔

ii- اہل علم سے مشورہ:

قرآن مجید میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ رہنمائی فرماتے ہیں:

﴿فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾

(النحل 43، الانبیاء 7)

"تم اہل ذکر سے پوچھ لو اگر تمھیں معلوم نہیں"

قرآن کا علم رکھنے والوں سے مشورہ کرنا چاہیے حضرت عبداللہ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں:

وَكَانَ الْقُرَّاءُ اَصْحَابَ مَجَالِسِ عُمَرَ وَمُشَاوَرَتِهٖ كُهُوْلًا كَانُوْا اَوْ شُبَّانًا (صحیح بخاری)

"قرآن کا علم رکھنے والے حضرت عمرؓ کی مجلسوں اور مشاورت کے ساتھی ہوا کرتے تھے خواہ بُوڑھے ہوں یا جوان۔"

iii- متقی لوگوں سے مشورہ:

سیدنا عمرؓ فرماتے ہیں:

وَشَاوِرْ فِيْ اَمْرِكَ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ

(لاخوان سلابن ابی الدنیا)

"اپنے مشورے میں اُن لوگوں کو شریک کرو جو اللہ عزوجل سے خشیت رکھتے ہوں"۔

iv- تجربہ کار لوگوں سے مشورہ:

انسان کئی بار غلطی کرتا ہے۔ کبھی تو وہ کسی کے سمجھانے سے سمجھتا ہے اور کبھی کچھ نقصان اٹھا کر خود ہی اپنی اصلاح کرتا ہے۔ اِس کے بغیر انسان کی عقل کامل نہیں ہوتی۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

لَا حَلِيْمَ اِلَّا ذُوْ عَثْرَةٍ وَلَا حَكِيْمَ اِلَّا ذُوْ تَجْرِبَةٍ

(سنن ترمذی، مسند احمد)

"کوئی حلیم نہیں ہوسکتا بغیر غلطی کیے اور کوئی حکیم نہیں ہوسکتا بغیر تجربہ کے۔"

تجربہ ظاہر ہے عمر کے ساتھ ہی بڑھتا ہے۔ اِس لیے عمر رسیدہ لوگوں کے مشورے کی ایک خاص اہمیت ہوتی ہے سیدنا علیؓ فرماتے ہیں:

رَاْيُ الشَّيْخِ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ مَّشْهَدِ الشَّابِّ

(السنن الکبری للبیہقی)

"عُمر رسیدہ شخص کی رائے مجھے جوان کے مُشاہدے سے زیادہ محبوب ہے"

v- متاثرین فیصلہ سے مشورہ:

صلح حدیبیہ میں جب کسی کو سفیر بنا کر بھیجنے کا ارادہ ہوا تو نبی اکرم ﷺ کا خیال سیدنا عمرؓ کی طرف گیا۔ جب اُن سے ذکر کیا تو آپؓ نے عرض کیا کہ اگر آپ ﷺ حضرت عثمانؓ کو بھیجیں تو یہ زیادہ بہتر ہے کیونکہ اُن کا خاندان مکہ میں اہم پوزیشن رکھتا ہے اور کسی بھی قسم کی آفت سے وہ انہیں محفوظ رکھیں گے۔ آپ ﷺ نے اُن کے اس مشورے کو قبول فرمایا۔ (سیرت ابن ہشام)

نبی اکرم ﷺ نے جب سیدنا معاذ بن جبلؓ کو یمن کا گورنر بنا کر بھیجا تو پہلے کچھ اورلوگوں سے مشورہ کرنے کے بعد سیدنا معاذؓ سے بھی مشورہ کیا۔

غزوۂ خندق میں جب بنو غطفان کے ساتھ مدینے کی ایک تہائی فصل پر صلح کا منصوبہ بنا تو انصار کے دونوں سرداروں حضرت سعد بن معاذؓ اور حضرت سعد بن عبادہؓ سے مشاورت فرمائی۔آیت تخییر کے نزول کے وقت سیدہ عائشہؓ کو اپنے والدین کے ساتھ مشورہ کا حکم دیا۔ (صحیح مسلم)

اسی طرح غزوۂ بدر اور غزوۂ احد میں صحابہؓ سے مشورہ کیا۔

مشورہ لینے صورتیں:

امام بخاریؒ لکھتے ہیں کہ **المشاورة قبل العزم والتبين** یعنی "اگر امیر نے اپنا فیصلہ سنا دیا ہے اور حتمی فیصلہ کرلیا ہے تو پھر اس معاملے میں مشاورت کی گنجائش نہیں ہے "۔مشاورت کی تین صورتیں ممکن ہیں:

i– اپنی رائے ظاہر کردینا کہ میں نے یہ سوچا ہے تمہاری کیا رائے ہے۔البتہ اِس صورت میں بہتر رائے سامنے آنے پر اپنی رائے کو چھوڑنے کے لیے تیار رہنا چاہیے۔مثال کے طور پر غزوہ ٔ خندق میں جب بنو غطفان کے ساتھ مدینے کی ایک تہائی فصل پر صلح کا منصوبہ بنا تو آپ ﷺ نے انصار کے دونوں سرداروں حضرت سعد بن معاذؓ اور حضرت سعد بن عبادہؓ سے مشاورت فرمائی اور اُن کی رائے کو قبول کرکے اپنی رائے کو چھوڑ دیا اور صلح کا ارادہ ترک فرمادیا۔

ii– کسی امر کے بارے میں اپنی طرف سے دو آپشن دے دینا۔مثال کے طور پر غزوہ ٔ بدر سے قبل اس بات پر مشاورت کہ قافلہ کی طرف جائیں یا لشکر کی طرف،تبوک پہنچ کر اس بات پر مشاورت کہ روم کی سرحد میں داخل ہوں یا واپس چلیں،سفرِ حدیبیہ میں مشاورت کہ قبائل پر حملہ کریں یا مکہ کی طرف چلیں۔

iii– کسی امر کے بارے میں کھلا مشورہ جیسے جنگ بدر کے قیدیوں کے بارے میں

مشاورت، واقعہ اُفک کے حوالے سے مشاورت کہ اُن عناصر کے ساتھ کیا کیا جائے جو نبی اکرم ﷺ کو اُن کے گھر والوں کے اعتبار سے اذیت دے رہے تھے۔

مشورے کے بعد کے لیے ہدایات:

i- فیصلہ مستشیر کا حق ہے:

مشاورت کے بعد فیصلہ کرنا مستشیر کا حق ہے۔امام قرطبیؒ لکھتے ہیں:

"مشاورت (بالعموم) اختلافِ آرا پر مبنی ہوتی ہے۔مستشیر اِن اختلافی آراء پر غور کرتا ہے کہ اِن میں سے کون سی رائے کتاب وسنت کے زیادہ نزدیک ہے۔پس جب اللہ تعالیٰ اُسے اُن آراء میں سے کسی رائے کی طرف ہدایت دے دیتا ہے تو پھر وہ اُس کا فیصلہ کرتا ہے اور اللہ پر توکل کرتے ہوئے اُسے نافذ کرتا ہے۔" (الجامع لاحکام القرآن)

سورۂ آلِ عمران آیت ۱۵۹ میں نبی اکرم ﷺ کو تلقین کی گئی:

﴿وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ ۚ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ﴾

"آپ اُن سے معاملات میں مشورہ کیجیے۔پھر جو فیصلہ آپ کرلیں تو اِس پر ڈٹ جائیے اور اللہ پر توکل کیجیے۔"

علامہ ابن عاشورؒ **فَإِذَا عَزَمْتَ** کی شرح میں لکھتے ہیں:

"مشورے کے بعد جب آپ ﷺ کے لیے درست رائے واضح ہو جائے جس پر چلنا آپ ﷺ کے لیے ضروری ہو تو پھر آپ ﷺ اِس کے نفاذ کا فیصلہ فرمالیں چاہے آپ ﷺ کا یہ فیصلہ بعض اہلِ شوریٰ کی آراء کے موافق ہو یا اُن کی رائے کے برعکس کوئی رائے ہو جس کی درستگی آپ ﷺ پر واضح ہوجائے۔" (التحریر والتنویر)

ii- صاحبِ امر کی اطاعت کرنا:

مشاورت کے بعد جب صاحبِ امر فیصلہ کرلے تو اب وہ فیصلہ خواہ پسند ہو یا

نا پسند، اُسے قبول کرنا چاہیے اور اُس کے مطابق عمل کرنا چاہیے۔ فرمانِ نبوی ﷺ ہے:

اَلسَّمْعُ وَالطَّاعَةُ عَلَى الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ فِيمَا أَحَبَّ وَكَرِهَ مَا لَمْ يُؤْمَرْ بِمَعْصِيَةٍ فَإِذَا أُمِرَ بِمَعْصِيَةٍ فَلَا سَمْعَ وَلَا طَاعَةَ

(بخاری، مسلم)

"بندۂ مسلم پر سننا اور اطاعت کرنا لازم ہے اُن تمام چیزوں میں جو اُسے اچھی لگیں یا نہ لگیں جب تک اُسے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا حکم نہ دیا جائے۔ پس جب اُسے اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کا حکم دیا جائے تو نہ سننا ہے نہ ماننا ہے۔"

صحیح بخاری میں یہ واقعہ ملتا ہے کہ آپ ﷺ نے ایک دستہ کسی مہم پر بھیجا' اُن کے امیر جلالی مزاج کے آدمی تھے' اپنے ساتھیوں سے کسی بات پر ناراض ہو گئے تو اپنا اختیار استعمال کرتے ہوئے اُنہیں بہت بڑا گڑھا کھودنے کا حکم دیا۔ ساتھیوں نے گڑھا کھود دیا۔ اب حکم دیا کہ اِس میں لکڑیاں ڈالو۔ اُنہوں نے لکڑیاں ڈال دیں۔ حکم دیا کہ لکڑیوں کو آگ لگاؤ۔ اُنہوں نے آگ لگا دی۔ یہاں تک تو اطاعت ہو رہی ہے۔ لیکن اِس کے بعد اُنہوں نے حکم دیا کہ اِس آگ میں کود جاؤ! اِس حکم پر عمل کرنے سے ساتھیوں نے انکار کر دیا اور کہا کہ اِسی آگ سے بچنے کے لیے تو ہم نے محمدؐ رسول اللہ ﷺ کا دامن تھاما تھا' آپ کے حکم پر اِس آگ میں ہم کیسے کود جائیں؟ بعد میں یہ معاملہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اُنہوں نے ٹھیک کیا۔ اگر وہ اُس آگ میں کود جاتے تو پھر آگ ہی میں رہتے۔ یعنی جہنم میں داخل ہو جاتے۔ آپ ﷺ نے اِس لیے یہ بات فرمائی کیونکہ امیر کا حکم فی المعروف نہیں تھا بلکہ یہ تو خودکشی یعنی منکر کا حکم تھا۔ ایسے حکم کی اجازت کسی صاحب امر کو نہیں دی جا سکتی۔ اگر کوئی امیر خلافِ شریعت فیصلہ کر دیتا ہے اور اِس کے خلافِ شرع ہونے کے لیے قرآن وسنت کی کھلی دلیل موجود ہے تو پھر ایسے فیصلے کی اطاعت کرنا جائز نہیں ہے

آپ ﷺ نے فرمایا:

لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوقٍ فِي مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ (سننِ ترمذی)

"مخلوقات میں سے کسی کی اطاعت جائز نہیں اگر اِس سے خالق کی نافرمانی ہو"۔

لَا طَاعَةَ فِي مَعْصِيَةٍ إِنَّمَا الطَّاعَةُ فِي الْمَعْرُوفِ

(بخاری، مسلم)

"اللہ کی نافرمانی میں اطاعت نہیں ہے، اطاعت تو معروف (یعنی شریعت کے دائرے) کے اندر اندر ہے۔"

iii- فیصلہ کی تبدیلی پر اصرار نہ کرنا:

مستشیر نے کسی مشیر کی رائے سن لی اور پھر فیصلہ اُس کی رائے کے برعکس کیا تو مشیر کو چاہیے کہ اب اپنی رائے کو فراموش کر دے اور مستشیر پر فیصلہ تبدیل کرنے کے لئے دباؤ نہ ڈالے۔ شیخ ابوزہرہ مصری لکھتے ہیں:

"مشاورت کے بعد جو بھی رائے بنے وہ سب کی رائے ہے اور اُس فیصلہ کے خلاف رائے رکھنے والے ہر شخص کو چاہیے کہ وہ اپنی رائے کو ختم کر لے۔" (زھرة التفاسیر، لابی زھرة)

غزوۂ احد کے موقع پر نبی اکرم ﷺ نے رئیس المنافقین عبداللہ ابن ابی سلول کی رائے کے برعکس فیصلہ فرمایا اور وہ بدبخت اپنے تین سو ساتھیوں کو لے کر مدینہ واپس چلا گیا۔ گویا امیر پر اپنی رائے منوانے کے لیے دباؤ ڈالنا منافقانہ روش ہے۔

iv- فیصلہ کے بعد صاحبِ امر کی غیبت نہ کرنا/فیصلہ کے بعد اس پر تنقید نہ کرنا:

کسی غیر حاضر شخص کے عیب، خامی یا گناہ کا ذکر کیا جائے تو یہ غیبت کہلائے گی۔ غیبت حرام ہے لیکن امیر کی غیبت اور زیادہ حرام ہے۔ محمد بن صالح بن محمد العثیمین ریاض الصالحین کی شرح میں لکھتے ہیں:

وَاعۡلَمۡ اَنَّ الۡغِيۡبَةَ تَزۡدَادُ قُبۡحًا وَّاِثۡمًا بِحَسۡبِ مَا تُؤَدِّىۡ اِلَيۡهِ، فَغِيۡبَةُ الۡعَامَةِ مِنَ النَّاسِ لَيۡسَتۡ كَغِيۡبَةِ الۡعَالِمِ اَوۡ لَيۡسَتۡ كَغِيۡبَةِ الۡاَمِيۡرِ اَوِ الۡمُدِيۡرِ اَوِ الۡوَزِيۡرِ اَوۡ مَا اَشۡبَهَ ذٰلِكَ، لِاَنَّ غِيۡبَةَ وَلَاةُ الۡاُمُوۡرِ صَغِيۡرًا كَانَ الۡاَمۡرُ اَوۡ كَبِيۡرًا اَشَدَّ مِنۡ غِيۡبَةِ مِنۡ لَّيۡسَ لَهُمۡ اَمۡرَةٌ وَلَيۡسَ لَهٗ اَمۡرٌ وَّلَا وِلَايَةٌ، لِاَنَّكَ اِذَا اَغۡتَبۡتَ عَامَةٌ النَّاسِ اِنَّمَا تَسِيۡءُ اِلَيۡهِ شَخۡصِيًّا فَقَطۡ، اَمَّا اِذَا اغۡتَبۡتَ مَنۡ لَّهٗ اَمۡرٌ فَقَدۡ اَسَاَتۡ اِلَيۡهِ وَاِلٰى مَا يَتَوَلَّاهُ مِنۡ اُمُوۡرِ الۡمُسۡلِمِيۡنَ (شرح رياض الصالحين)

”جان لو کہ غیبت زیادہ ناپسندیدہ اور باعثِ گناہ ہوجاتی ہے جس کی غیبت کی جائے اس کے مرتبہ کے لحاظ سے ۔ عام لوگوں کی غیبت ، عالم کی غیبت جیسی نہیں ہے یا امیر یا مدیر یا وزیر یا ان جیسے دوسرے لوگوں کی طرح نہیں ۔اس لیے کہ ذمہ دار افراد کی غیبت کرنا چھوٹی ہو یا بڑی زیادہ سخت ہے اُن کی غیبت سے جن کے پاس کوئی اختیار اور ذمہ داری نہیں ہے۔ اس لیے کہ جب تم عام لوگوں کی غیبت کرتے ہوتو تم اس کی ذاتی برائی ہی کرتے ہو جب کہ تم کسی صاحبِ امر کی غیبت کرتے ہوتو نہ صرف اس کی برائی کرتے ہو بلکہ اس کی برائی کرتے ہو جو مسلمانوں کے معاملات کا ذمہ دار ہے۔“

۷- صاحبِ امر کی اصلاح کیسے کی جائے؟

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

اَلدِّيۡنُ النَّصِيۡحَةُ قُلۡنَا: لِمَنۡ؟ قَالَ: لِلّٰهِ وَلِكِتَابِهٖ وَلِرَسُوۡلِهٖ وَلِاَئِمَّةِ الۡمُسۡلِمِيۡنَ وَعَامَّتِهِمۡ (مسلم)

”دین تو وفاداری اور خیر خواہی کا نام ہے۔ (صحابہ کرامؓ کہتے ہیں) ہم نے

پوچھا کس کے لیے؟ فرمایا وفاداری اللہ اور اُس کی کتاب اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے اور خیر خواہی مسلمانوں کے امراء اور عوام کے لئے۔“

خیر خواہی کا تقاضا ہے کہ امیر کو بھی اصلاح طلب پہلو کی طرف متوجہ کیا جائے۔ البتہ اِس حوالے سے چند امور ملحوظ رہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جب حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ کو فرعون کے پاس بھیجا تو ہدایت دی:

﴿اِذۡهَبَاۤ اِلٰى فِرۡعَوۡنَ اِنَّهٗ طَغٰى ۝ فَقُوۡلَا لَهٗ قَوۡلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوۡ يَخۡشٰى﴾ (طٰہٰ: ۴۳-۴۴)

”تم دونوں جاؤ فرعون کی طرف بلاشبہ وہ سرکشی کررہا ہے۔ پھر اُس سے کہو نرم بات، شاید وہ نصیحت قبول کرے یا ڈرے (اللہ تعالیٰ سے)۔“

گویا امیر کو نصیحت کرتے ہوئے نرمی اور احتیاط کو ملحوظ رکھا جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَنۡ اَرَادَ اَنۡ يَّنۡصَحَ لِسُلۡطَانٍ بِاَمۡرٍ، فَلَا يُبۡدِ لَهٗ عَلَانِيَةً، وَلٰكِنۡ لِّيَاۡخُذۡ بِيَدِهٖ، فَيَخۡلُوَ بِهٖ، فَاِنۡ قَبِلَ مِنۡهُ فَذَاكَ، وَاِلَّا كَانَ قَدۡ اَدَّى الَّذِىۡ عَلَيۡهِ لَهٗ (مسند احمد)

”جو اپنے سلطان (امیر) کو کسی کام کی نصیحت کرنا چاہے تو اُسے چاہیے کہ اُسے اعلانیہ نصیحت نہ کرے بلکہ اُس کا ہاتھ پکڑ کر اُسے تنہائی میں لے جائے (اور پھر اُسے نصیحت کرے)۔ پس اگر وہ نصیحت قبول کرلے تو بہتر اور اگر وہ قبول نہ کرے تو اُس نے اپنا حق ادا کردیا۔“

السندی کا قول ہے:

مَنۡ اَرَادَ اَنۡ يَّنۡصَحَ لِسُلۡطَانٍ: أی نصيحة السلطان يَنۡبَغِىۡ اَنۡ تَكُوۡنَ فِى السِّرِّ لَا بَيۡنَ الۡخَلۡقِ

”جو امیر کو نصیحت کرنا چاہے تو وہ سمجھ لے کہ یہ نصیحت علیحدگی میں رازداری کے ساتھ ہو نہ کہ لوگوں کے درمیان۔“

vi- اگر صاحبِ امر اصلاح قبول نہ کرے:

اگر امیر اصلاح قبول نہ کرے تب بھی اُس کی اطاعت لازم ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

اَلَا مَنْ وُلِّیَ عَلَیْهِ وَالٍ فَرَاٰهُ یَاْتِیْ شَیْئًا مِنْ مَّعْصِیَةِ اللّٰهِ فَلْیَکْرَهْ مَا یَاْتِیْ مِنْ مَّعْصِیَةِ اللّٰهِ وَلَا یَنْزِعَنَّ یَدًا مِنْ طَاعَةٍ (مسلم)

”جان لو! جس پر کوئی حکم (امیر) مقرر کیا گیا، پھر وہ دیکھتا ہے کہ امیر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے تو وہ اُس نافرمانی کو ناپسند کرے لیکن امیر کی اطاعت سے اپنا ہاتھ نہ کھینچے۔“

اگر امیر میں برائی ایسی ہو جو اجتماعیت کو نقصان پہنچا رہی ہو تو بالا تر نظم کو بتا کر خود کو بری الذمہ سمجھ لیا جائے۔ اگر غیبت کیے بغیر اصلاح نہیں ہو سکتی تو پھر اس قسم کی غیبت کرنے کی اجازت ہے لیکن اتنی ہی غیبت کی جائے جتنی ناگزیر ہے۔

اگر صاحبِ امر مشاورت ترک کر دے

اگرچہ ترکِ مشاورت ایک غیر مناسب اور غیر مسنون فعل ہے لیکن اگر کوئی امیر ساتھیوں سے مشورہ کرنا ترک کر دے تب بھی اُس کی اطاعت کرنا لازم ہے۔ اس ضمن میں درج ذیل حدیث ملاحظہ فرمائیں۔

سَأَلَ سَلَمَةُ بْنُ یَزِیدَ الْجُعْفِیُّ رَسُولَ اللَّهِ -صلی اللہ علیہ وسلم- فَقَالَ یَا نَبِیَّ اللَّهِ أَرَأَیْتَ إِنْ قَامَتْ عَلَیْنَا أُمَرَاءُ یَسْأَلُونَا حَقَّهُمْ وَیَمْنَعُونَا حَقَّنَا فَمَا تَأْمُرُنَا فَأَعْرَضَ عَنْهُ ثُمَّ سَأَلَهُ فَأَعْرَضَ عَنْهُ ثُمَّ سَأَلَهُ فِی الثَّانِیَةِ أَوْ فِی الثَّالِثَةِ فَجَذَبَهُ الأَشْعَثُ بْنُ قَیْسٍ وَقَالَ » اسْمَعُوا وَأَطِیعُوا فَإِنَّمَا عَلَیْهِمْ مَا

حُمِّلُوا وَعَلَیْکُمْ مَا حُمِّلْتُمْ «.

ترجمہ: سلمہ بن یزید جعفیؓ نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا اور کہا: اللہ کے نبی! آپ کیسے دیکھتے ہیں کہ اگر ہم پر ایسے لوگ حکمران بنیں جو ہم سے اپنے حقوق کا مطالبہ کریں اور ہمارے حق ہمیں نہ دیں تو اس صورت میں آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ نے اس سے اعراض فرمایا، اس نے دوبارہ سوال کیا، آپ نے پھر اعراض فرمایا، پھر جب اس نے دوسری یا تیسری بار سوال کیا تو اس کو اشعث بن قیسؓ نے کھینچ لیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "سنو اور اطاعت کرو کیونکہ جو ذمہ داری ان کو دی اس کا بار ان پر ہے اور جو ذمہ داری تمہیں دی گئی ہے، ان کا بوجھ تم پر ہے۔"

ایک اور ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

اَدُّوْا اِلَیْهِمْ حَقَّهُمْ وَسَلُوا اللّٰهَ حَقَّکُمْ (بخاری، مسلم)

”اُن امراء کے حق ادا کرتے رہو اور اپنے حق کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہو۔“

چونکہ ہم پہلے دیکھ چکے ہیں کہ امیر کو از خود مشورہ دینا بھی جائز ہے، لہٰذا اِس صورت میں از خود مشورہ بھی دیا جا سکتا ہے۔

تنقید کے مقابل صاحبِ امر کا رویہ:

جس طرح ہر انسان غلطی کر سکتا ہے اِسی طرح امیر سے بھی غلطی ہو سکتی ہے۔ ویسے تو ہر انسان کے ساتھ ایک شیطان اور ایک فرشتہ لگا ہوا ہے لیکن نبی اکرم ﷺ نے خاص طور پر امیر کا ذکر کر کے فرمایا:

مَا مِنْ وَّالٍ اِلَّا وَلَهٗ بِطَانَتَانِ بِطَانَةٌ تَاْمُرُهٗ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَاهُ عَنِ الْمُنْکَرِ وَبِطَانَةٌ لَا تَاْلُوْهُ خَبَالًا فَمَنْ وُّقِیَ شَرَّهَا فَقَدْ وُقِیَ

(نسائی)

"کوئی بھی والی نہیں ہوتا مگر اُس کے ساتھ دو ساتھی لگے ہوتے ہیں۔ ایک ساتھی اُسے نیکی کا حکم دیتا اور برائی سے روکتا ہے جبکہ دوسرا اس کی خرابی میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھتا۔ پس جو کوئی اُس کے شر سے بچا لیا گیا تو وہ بچ گیا۔"

سیدنا ابوبکرؓ نے اپنے خطبہ میں فرمایا تھا:

وُلِّيتُ اَمْرَكُمْ وَلَسْتُ بِخَيْرِكُمْ. فَاِنْ اَنَا اَحْسَنْتُ فَاَعِينُونِي وَاِنْ اَنَا اَسَأْتُ فَسَدِّدُونِي. فَاِنَّ لِي شَيْطَانًا يَعْتَرِينِي

(الزہد لابی داؤد السجستانی)

"مجھے تمہارے معاملے پر نگران بنایا گیا ہے اور میں تم سے بہتر نہیں ہوں۔ پس اگر میں اچھے کام کروں تو میری مدد کرو اور اگر میں غلط کام کروں تو مجھے سیدھا کر دو کیونکہ میرے ساتھ بھی شیطان لگا ہے جو مجھے برائی میں ڈالنے کی کوشش کرتا رہتا ہے۔"

ایک دفعہ ایک آدمی نے سیدنا عمرؓ کو کہا کہ آپؓ اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کریں۔ کسی نے اُن صاحب سے کہا تم امیر المومنینؓ سے ایسی بات کرتے ہو۔ اِس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا:

لَا خَيْرَ فِيهِمْ اِنْ لَمْ يَقُولُوهَا لَنَا، وَلَا خَيْرَ فِينَا اِنْ لَمْ نَقْبَلْ

(کتاب الخراج، امام ابو یوسف)

"ان لوگوں میں کوئی خیر نہیں اگر وہ ایسی حق بات نہ کریں اور ہم میں کوئی خیر نہیں اگر ہم اسے قبول نہ کریں۔"

حضرت عمرؓ کا ایک اور ارشاد ہے:

رَحِمَ اللهُ امْرَأً اَهْدىٰ اِلَىَّ عُيُوبِي

(سراج الملوک، الطرطوشی المالکی)

"اللہ تعالیٰ اُس شخص پر رحم فرمائے جو مجھے میری خامیوں سے آگاہ کرے۔"

صاحبِ امر کے لیے ہدایات:

i- خود کو عقلِ کل نہ سمجھے:

اعجاب الرائے ہونے یعنی خود کو عقل کل سمجھنے کی بیماری سے ہر دم ہوشیار رہنا چاہیے۔ ہر معاملے میں صرف اپنی ہی سمجھ اور رائے پر بھروسہ کرنا، کسی کے مشورہ کو درخورِ اعتنا (توجہ کے قابل) نہ سمجھنا اور مشاورت محض خانہ پوری کے لئے کرنا درست رَوِش نہیں۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں:

نِعْمَ الْمُؤَازَرَةُ الْمُشَاوَرَةُ وَبِئْسَ الْاِسْتِعْدَادُ الْاِسْتِبْدَادُ

(ادب الدنیا والدین)

"بہترین معاونت مشاورت ہے اور بری صلاحیت استبداد[1] کی ہے۔"

امام ابن جوزیؒ صید الخاطر میں لکھتے ہیں:

مِنْ اَعْظَمِ الْجَهْلِ اسْتِبْدَادُ الْاِنْسَانِ بِعِلْمِهِ

"سب سے بڑی جہالت انسان کا اپنے علم پر انحصار کرنا ہے۔"

امام غزالیؒ لکھتے ہیں:

"عجب کی تیسری قسم اپنی عقل کے بارے میں عجب ہے۔"

(احیاء علوم الدین کتاب ذم الکبر والعجب)

ii- قرآن وسنت کی دلیل کو ہر طرح سے فائق[2] رکھنا:

فیصلہ کرتے وقت ہر حال میں قرآن وسنت کو فائق رکھنا چاہیے۔

iii- اجتماعی مفاد کا ہر دم لحاظ رکھنا:

وہ فیصلہ کرنا چاہیے جس میں مسلمانوں کے اجتماعی مفاد کا خیال رکھا جائے۔

iv- اپنی رائے پر نظرِ ثانی کے لئے آمادہ رہنا:

دلیل کی بنیاد پر اپنی رائے سے رجوع کرنے کے لیے تیار رہا جائے۔

---

(۱) اپنی رائے زبردستی دوسروں پر مسلّط کرنا (۲) فوقیت رکھنے والی۔ برتر

v- سمجھدار ساتھیوں کی آراء کا خیال رکھنا:

فیصلہ کرتے وقت سمجھدار آدمیوں کی رائے کو اہمیت دینی چاہیے اور اُنہیں قبول کرنا چاہیے۔ خالد بن معدان تابعیؒ روایت کرتے ہیں کہ: ایک آدمی نے سوال کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بتائیے کہ احتیاط یا دور اندیشی کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اَنۡ تُشَاوِرَ ذَا رَاۡيٍ ثُمَّ تُطِيۡعُهٗ

(رواہ امام ابی داؤد فی المراسیل)

”یہ کہ تم کسی سمجھ والے آدمی سے مشاورت کرو پھر اُس کی بات مانو۔“

ایک اور روایت میں ہے:

تَسۡتَشِيرُ الرَّجُلَ ذَا الرَّأۡيِ، ثُمَّ تَمۡضِي إِلٰى مَا أَمَرَكَ بِهٖ

(الجامع فی الحدیث لا بن وہب أبو محمد عبد اللہ بن وہب بن مسلم)

”تم کسی عقلمند سے مشورہ کرو پھر اُس طرف چلو جدھر وہ تمہاری رہنمائی کرے۔“

vi- اکابرین کی رائے کو خاص وزن دے:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ کی رائے کو خاص وزن دیا کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

لَوِ اجۡتَمَعۡتُمَا فِيۡ مَشُوۡرَةٍ مَا خَالَفۡتُكُمَا

(مسند احمد)

”اگر کسی مشورے میں تم دونوں اکھٹے ہو جاؤ تو میں تمہاری رائے کے خلاف نہیں کروں گا۔“